اپنی موت کے آثار ظاہر ہونے کے وقت اپنے خصوصی دوستوں سے چند صاف صاف باتیں

اور

کچھ امور سے اپنی برأت کا اظہار

محمد اقبال مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنی موت کے اثار

ظاہر ہونکے وقت اپکے دوستوں سے چند صاف صاف باتیں اور
کچھ امور سے اپنی برأت کا اظہار

حَضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ
حضرت جناب **آفتاب احمد** (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکتبہ اقبالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۹ شوال ۱۴۴۳

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

امابعد

حالت:۔ اس وقت میری حالت خاص و عام کے سامنے ہے کہ میں بول نہیں سکتا حتی کہ دوسرے کی بات بھی سمجھ نہیں سکتا۔ نماز اشارے سے پڑھتا ہوں اور کوئی کام نہیں کرسکتا کسی وقت کلمہ شریف، استغفار پڑھ لیتا ہوں اسی حالت میں ایک بزرگ جن کا میرے دل میں بہت احترام اور عقیدت ہے وہ میری جسمانی حالت سے خوب واقف ہیں انہوں نے فرمایا کہ تمہارے نام سے پاکستان میں کئی جگہ ایک کام ہو رہا ہے جس میں خلاف شرع باتیں شروع ہو گئی ہیں۔ دو چار خبریں دل خراش سنائیں۔ (اگرچہ تحقیق کے بعد انکا بے بنیاد ہونا ثابت ہوا) اور یہ فرمایا کہ پہلے ایک بزرگ کے خلاف تمہارے لوگوں میں بے بنیاد ہنگامہ ہو چکا جس پر تم نے کہا تھا اگر میں پاکستان میں ہوتا تو اسکی نوبت نہ آتی۔ ابھی تو تم اپنی زندگی میں اپنے خیالات کا اظہار کردو اور اسکے خلاف اپنی برات کردو تاکہ بعد میں جو گڑبڑ ہو اس میں آخرت کے وبال سے بری ہوسکو۔ ان بزرگوں نے بڑے درد اور اخلاص کے ساتھ حکم دیا میں نے بہت سوچا کہ اسکی تعمیل کرنی چاہئے مگر بیماری اسکی کسی طرح اجازت نہیں دیتی آخر اللہ تعالی نے دل میں بات ڈالی کہ تمہارے خیالات تو تمہارے رسالوں میں پہلے درج شدہ ہیں۔ اب اسی کا حوالہ دے دینا کافی ہے جو اخلاص سے اصلاح چاہتا ہو وہ دو تین دن خرچ کرکے رسالوں میں تمہارے خیالات پڑھ لے اور جو محض حسد یا اپنے شیخ کے خلاف طرز کو اصل شریعت ہی کے خلاف سمجھ کر مخالفت کرتا ہو اسکی پرواہ نہیں اب میں تھوڑا سا لکھواتا ہوں جسکو پڑھنے کیلئے میری اس بیماری والی حالت کو پیش نظر رکھا جائے اس میں ترتیب نہیں ہے اور بھول چوک ہوسکتی ہے بیماری کی وجہ سے بعض دفعہ دل میں کسی کا نام، خیال ہوتا ہے لیکن زبان پر نہیں آتا۔

اہم امور:۔ ☆ ہمارے موجودہ بہت آسان لیکن بہت اہم کام جس کو حضرت شیخ رحمتہ اللہ نے مرض الموت میں اختیار کیا میں کسی قسم کی بدعت اور شرک کا طرز اختیار نہ کرے اگر کسی نے ایسا کوئی کام کیا تو ہم اس سے برات کا اظہار کرتے ہیں۔

☆ کام کے پھیلاؤ کے شوق میں کوئی خلاف شرع طریقہ اختیار نہ کرے اس سے بھی ہم بری ہیں اسی طرح ذکر شغل کی مجلس قائم کرکے اسکی آڑ میں لوگوں کا مال کھائے اور صفائی معاملات کی پرواہ نہ

کرے ایسی مجالس سے بھی برات کرتے ہیں۔

☆ اور ان رسومات کو جو اولیاء اللہ کے ہاں رائج رہی ہیں۔ اگر کوئی صحیح عقیدہ کے ساتھ کرتا ہو اس کو بدعت شرک قرار نہیں دیتے لیکن خود صحیح عقیدہ کے ساتھ بھی ان رسومات کو نہیں کرتے۔

لفظ ہماری رائے کا مطلب:۔ یہاں "ہمارے خیال اور ہماری رائے" کا لفظ بار بار آئیگا اس سے مراد قطب الاقطاب، جامع شریعت و طریقت، مجدد وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمتہ اللہ ہیں۔ جن کے بارے میں اس وقت کے تمام اکابرین نے علم و فضل کی شہادتیں دیں اور جن کے تقریباً عمر کے آخری پچیس (25) سال ایسے گذرے کہ ان کا کوئی ہمعصر صاحب علم و فضل حیات نہیں تھا۔

تمام اکابرین نسبتیں، محبتیں دے کر اس دنیا سے تشریف لے گئے تھے اور جن پر حضرت سہارن پوری سے لے کر گذشتہ صدی کے تمام اکابر و مشائخ نے اعتماد کا اظہار فرمایا جس کی کچھ تفصیل رسالہ "مجالس ذکر" کے ابتدائی صفحات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ حضرت سے درسی استفادہ کرنے والوں میں بہت سے علماء ہیں اسی طرح صرف ذکر شغل کی لائن سے مستفید ہونے والے حضرت کے خلفاء بھی ہیں لیکن حضرت کی صحبت اٹھانے والے انکی شرائط کے ساتھ اور ان کے دل میں بیٹھ کر اور انکی ذات سے دینی فائدہ اٹھانے والے اور انکی ذاتی رائے اور مزاج کو جاننے والے جہاں چند علماء اور مفتی حضرات ہیں ان میں ایک عامی بوڑھا میں بھی ہوں جسکی نسبت سے پاکستان میں مختلف جگہ کام ہو رہا ہے۔ بہرحال ہم جو سمجھے اس کو وحی نہیں کہتے ممکن ہے کہیں غلطی ہو جائے۔ چنانچہ ایک مسئلہ میں وقت کی ضرورت کے لحاظ سے حضرت شیخ رحمتہ اللہ کے طرز عمل میں تھوڑا تغیر کرنے کا خیال آیا جس پر حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ نے بھی ایک دفعہ عمل کیا تھا اور بعض دوستوں نے اس خیال کی تائید بھی کی لیکن ایک دوست نے فرمایا کہ اپنے اصول سے نہ ہٹو بلکہ حضرت شیخ رحمتہ اللہ ہی کے طرز عمل کو اپنائے رکھو چنانچہ اسے چھوڑ دیا اس کی اشاعت وغیرہ نہیں کی اس لئے ہم جو کچھ سمجھتے ہیں اسکو "ہماری رائے" ہمارے خیال کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تاکہ پھر کہیں ایسی غلطی ہو تو وہ حضرت شیخ رحمتہ اللہ کی طرف منسوب نہ ہو۔

دینی لحاظ سے ممتاز مختلف جماعتیں:۔ (1) ابرار اور صلحاء کی مبارک جماعت اس میں

بڑے علماء اور بڑے بڑے جامعات کے مدرسین اور صدر مدرسین ہیں۔ جو یکسوئی سے پڑھنے پڑھانے میں ایسے مشغول ہیں کہ انکو اپنے علماء دیوبند کے عقائد تک کا علم نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے "رسالہ المہند" کا مطالعہ کیا ہے۔ جس میں توسل' حیات النبی ﷺ اور ذکر ولادت وغیرہ امور میں ہمارے دیوبندی علماء کرام کا متفقہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ جنکو سن کر وہ حیران ہوتے ہیں کہ یہ ہمارے علماء کرام کا نہیں بلکہ اہل بدعت کے عقائد معلوم ہوتے ہیں۔ (یہ رسالہ عقائد علما' دیوبند کے نام سے شائع ہو رہا ہے)۔ ایسے ذمہ دار علماء حضرات کو جب حقیقت حال اور یہ کمی معلوم ہوئی تو اس رسالہ کو درسی نصاب میں شامل کرنے کا عزم ظاہر فرمایا۔

اسی طرح وعظ و تبلیغ میں مشغول یا دنیاوی کاروبار میں یکسوئی سے مصروف دنیاوی کاروبار کرنے والے حضرات ہیں۔ جو تشویش وغیرہ سے ہر طرح بچتے ہیں اور جو کام خاص طور پر ان کے ذمہ نہ ہو اس میں دخل نہیں دیتے اپنے فارغ اوقات عبادت میں خرچ کرتے ہیں کسی ایسے کام میں جس سے یکسوئی میں فرق پڑے' جھگڑے وغیرہ کا اندیشہ ہو نہیں پڑتے' اسی طرح اخبارات پڑھنا عالمی سیاست سے باخبر ہونا' یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو جاننا وغیرہ سے بے خبر رہتے ہیں۔

اور اگر کسی شیخ کامل سے بیعت ہو جائیں تو اس کے رنگ میں ایسے رنگے جاتے ہیں کہ ان کے خیال میں پوری دنیا میں نہ کوئی اور شیخ ہے اور نہ کوئی اور سلسلہ ہے یہ لوگ بہت ہی مبارک ہیں۔ انکے مزاج میں اپنے لوگوں سے حسن ظن غالب ہوتا ہے۔ کسی مسلمان کو جھوٹا نہیں کہتے۔ یہ ابرار کا طبقہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم سے چلا آ رہا ہے۔ مشاجرات صحابہ کے وقت ایسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اپنے گھروں میں یکسو ہو کر بیٹھے رہے' جب کہ دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لڑائیوں میں شامل ہوئے۔ بعد میں اسی طرح خلفاء بنوامیہ اور خلفائے بنو عباس وغیرہ کے زمانہ میں اس مزاج کے لوگ اپنے زاویوں میں یکسوئی کے ساتھ عبادت میں مشغول رہے۔ اور اسی لائن کا نور حاصل کیا اور انشاء اللہ کامیاب گئے۔

(2) دوسرا طبقہ مجاہدین اسلام کا ہے۔ جنہوں نے عبادت بقدر ضرورت اختیار کی اور باقی وقت جہاد اور جہادی کاموں میں خرچ کیا جس میں یکسوئی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ان کا مزاج ہی ایسا بنایا گیا۔

(3) مناظرین اسلام کا طبقہ۔ ان کا مزاج ہی اور طرح کا ہے دینی مخالف کو چپ کرانا ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ چاہے وقتی طور پر خلاف واقعہ بات ہی کرنے پڑے۔ الحرب خدعۃ پر عمل کرتے ہیں۔

عوام میں اسلام کا غلبہ ان کا مقصود ہوتا ہے۔ اہل باطل سے مناظرہ کے موقع پر مخالف کو الزامی جواب دے دینا "چاہئے" اسکی تفسیر کتنی ہی خطرناک کیوں نہ ہو لیکن مخالف کو خاموش کرانے کیلئے پیش کردیتے ہیں۔

(4) علمی تحقیقات میں مشغول حضرات' جن کا دن رات یہی مشغلہ ہوتا ہے۔ راویوں کی تحقیق' مذاہب کی تحقیق میں مصروف رہتے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ ہوتے ہیں انکو بھی نہ اس طرح کی مکمل یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی زیادہ عبادت کرسکتے ہیں اور نہ ہی خانقاہی علوم حاصل کرسکتے ہیں اور نہ وعظ و نصیحت اور دیگر دینی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(5) اور اسی طرح محدثین کی جماعت ہے۔ روایات کی تحقیقات میں مصروف رہتے ہیں راویوں کے بارہ میں حسن ظن سے کام نہیں لیتے تحقیق حال کرتے ہیں۔ شک و شبہ انکے مزاج میں غالب ہوتا ہے۔ اسی طرح فقہا اور مفتیان کرام کا بھی ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے۔ وہ اللہ کا حکم معلوم کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور کسی کی ذاتی رو رعایت کا خیال نہیں کرتے۔ البتہ فتویٰ دینے میں شرعی رخصتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ ہم لوگ ان سب کا احترام کرتے ہیں اور یہ سب کام ضروری ہیں۔

لیکن ہم نے حضرت شیخ رحمتہ اللہ کی ہدایت کے مطابق ایک آسان مگر اہم کام کو اختیار کیا ہوا ہے۔ اختلاف تو ہر کام سے ہوسکتا ہے۔ لہذا جس کو سمجھ میں آئے اس کا بھلا اور جس کو سمجھ میں نہ آئے اس کا بھی بھلا۔

ہم اپنے اس کام کے ناقدین کو اپنا محسن سمجھتے ہیں نیتوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ہماری کوئی جماعت نہیں کوئی امیر نہیں کوئی دفتر کوئی امتیازی نشان نہیں کوئی شرط نہیں کہ جو ہمارے سلسلہ میں بیعت ہو ضرور وہ یہ کام کرے اور ہمارے خیال میں یہ متفق علیہ کام ہے جیسے نماز' روزہ کا کہنا وغیرہ ہمارے کام کے چند اعمال جنکو ہم حضرت شیخ رحمتہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کھانا کھلانا:۔ جس میں آنے والے مہمانوں چاہے وہ شیخ رحمتہ اللہ کی طرح روزانہ پچاسوں ہوجائیں یا رمضان وغیرہ دیگر مواقع پر ہزاروں تک ہو جائیں انکو کھانا کھلانا جو ہمارے دیگر اکابرین کے ہاں بھی لنگر کے نام سے چلا آرہا ہے ہم اسکی ضرورت سمجھتے ہیں اور مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اس پر عمل کرتے ہیں کہ۔

مہمانوں کی خدمت کا بوجھ گھر والوں پر نہ ہو اور چونکہ یہ عمومی چندہ سے نہیں بلکہ حسب حیثیت ذاتی طور پر اخراجات پورے کئے جاتے ہیں اس لئے اہل خانہ کو مشقت تو کیا سہولت پیدا ہوتی ہے کہ ان کو پکا پکایا کھانا مل جاتا ہے۔ البتہ جو عورتیں خود شوق و محبت سے یہ خدمت کرنا سعادت سمجھیں یا کچھ خدمت اپنے ذمہ لینا چاہیں تو انکو منع بھی نہیں کرتے اور۔

اچھے سے اچھا کھانا کھلانے کا ارادہ تو ہو لیکن اسکو توفیق سے بڑھ کر مثلاً قرض لیکر یا اپنے اہل خانہ کے حقوق کو نظرانداز کرکے ضروری نہیں قرار دیتے۔ معمولی کھانا کھلانا تو آسان ہے۔ اگر کسی کو اسکی بھی توفیق نہ ہو تو دوسرے ساتھی خرچ میں شریک ہوسکتے ہیں۔ اور اگر مقامی حالات کی وجہ سے یا مثلاً مجلس ایسے وقت ہو کہ وہ کھانے کا وقت نہ ہو تو مجلس کیلئے اسکو ضروری بھی نہ خیال کرے۔ اس سلسلہ میں فضائل معلوم کرنے ہوں تو میرا رسالہ "ابواب سعادت حصہ اول" جس میں کھانا کھلانے کی نبی پاک ﷺ کی سنت کا تذکرہ ہے مطالعہ کرلیا جائے۔

آنے والے مہمانوں کا حسب حیثیت حکمت کے ساتھ اکرام کیا جائے۔ جو کسی دینی عمل میں شامل نہ ہو اور موقع پر موجود ہو تو اسے لنگر میں خصوصی طور پر شامل کیا جائے کیونکہ کھانا کھلانا ایک مستقل، نیک اور مسنون عمل ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمتہ اللہ نے ایک کتاب مولانا ظفر احمد عثمانی رحمتہ اللہ سے لکھوائی تھی جو قطب ربانی عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ کی کتاب "عہود محمدی ﷺ" کا خلاصہ تھا اور جس میں بطور مکاشفہ حضور اکرم ﷺ نے مشائخ کرام سے عہد لیا تھا۔ جس میں ایک عہد یہ بھی ہے کہ جب ۹ھ شروع ہو تو ہم لوگ اپنی توجہات کو کھانے میں شامل کردیں کہ جو کوئی ہمارا کھانا کھاوے اسکو کچھ نہ کچھ باطنی فائدہ بھی ہو۔

۲۔ مجالس درود شریف، مجالس ذکر:۔ خانقاہی لائن کے اعمال کے رواج دینے کا حضرت شیخ رحمتہ اللہ کو بڑا فکر تھا۔ کہ بزرگوں کی کچھ خانقاہیں ختم ہوگئیں اور کچھ ختم ہو رہی ہیں۔ اس لئے مدارس کے ساتھ خانقاہ بھی ہونی چاہئے۔ لیکن چونکہ خانقاہ بغیر شیخ طریقت کے نہیں ہوتی اس لئے جہاں کسی بزرگ کا کوئی مجاز موجود ہو وہاں کوشش کی جاتی ہے کہ خانقاہ کے نام سے علیحدہ جگہ ہو جہاں لوگ اصلاحی ذکر شغل کریں اور جہاں کوئی مجاز نہ ہو۔ وہاں درود شریف کی مجلس شروع کی جاتی ہے جس میں کسی مجاز کا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اور درود شریف ذکر اللہ میں شامل ہے۔

اس میں عام لوگ شامل ہوتے ہیں ان مجالس میں ہدایت دی جاتی ہے کہ یہ اصلاحی ذکر جن حضرات نے مشائخ کرام سے نہ سیکھا ہو وہ اس طریقہ پر ذکر نہ کریں اور پھر جب اس عمومی مجمع میں کچھ لوگ ذکر شغل کرنے والے پیدا ہو جائیں تو پھر وہاں ذکر جہری وغیرہ بھی شرائط کے ساتھ شروع کرا دیا جاتا ہے۔ جو خانقاہی اعمال کی ابتدا ہے۔ تفصیل کیلئے میرا رسالہ "مجالس درود شریف" کا مطالعہ کیا جائے۔

۳۔ اصلاحی ذکر شغل:۔ ذکر میں جہر مفرط سے منع کیا جاتا ہے اور اس سے ذکر کا فائدہ بھی کم ہوتا ہے ہے اور بلاوجہ بیماری کا بھی اندیشہ ہوتا ہے لیکن اگر ذکر جہر کرنا ہو تو جہر کی مقدار فقہی کی بجائے مشائخ طریقت کے تجویز فرمودہ شدومد اور ضرب حرکت وغیرہ شرائط کے ساتھ جہر کیا جائے۔ یہ تمام شرائط خالی ثواب کیلئے نہیں بلکہ اصلاحی ذکر میں دل پر اثر انداز ہونے کیلئے یہ ضروری ہیں اور اسی طرح خفی ذکر کرنا ہو تو اسکی شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

ذکر کو حدیث پاک میں "صقالۃ القلوب" کہا گیا ہے کہ اس سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے اور اسی طرح فاذکرونی اذکرکم قرآن پاک میں آیا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ ذاکر کو یاد فرمادیں گے تو ظاہر ہے کہ اس کے تمام عوارضات دور فرمائیں گے۔ اور فرمایا گیا ہے ولذکر اللہ اکبر یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہمارے ذکر کرنے سے بڑھ کر ہے۔ لہٰذا صحیح نیت کے ساتھ اصلاحی ذکر کی ہمارے ہاں بہت اہمیت ہے۔ اگرچہ ذکر کے مراتب میں یہ ابتداء ہے۔ لیکن مذکور کی طرف راستہ یعنی توجہ الی اللہ اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ سب عبادات' معاملات اور اعمال کا صرف اللہ ہی کیلئے ہونا جس کو حقیقی ذکر کہا جاتا ہے اسکی بنیاد یہی اصلاحی ذکر ہے دین کے کسی اور شعبہ سے تقابل کرتے ہوئے اسکی اہمیت کو کم کرنے کو ہم غلط سمجھتے ہیں اور اس سے برات کرتے ہیں اس کا مفصل بیان ذکر اور صفائی معاملات کے عنوان سے بعد میں آرہا ہے۔

ذکر اور صفائی معاملات:۔ اصلاحی ذکر کچھ عرصہ شرائط کے ساتھ کرنے کے بعد توجہ الی اللہ حاصل ہوجاتی ہے جسے یاداشت کہتے ہیں۔ اس یاداشت کا علم ہو جانا حاصل ہو جانا نہیں ہوتا۔ جیسے اچھے اخلاق کا جاننا عمدہ اخلاق کا حاصل ہو جانا قرار نہیں دیا جاتا۔ ایک عام فہم مثال ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ تو ہر آدمی دھولیتا ہے کہ نظر آنے والا عمل ہے کہ گندے ہاتھوں کوئی کھانا پسند نہیں

کرتا۔ لیکن بسم اللہ پڑھنے کی فضیلت اور نہ پڑھنے کی بے برکتی کا علم ہونے کے باوجود عام آدمی کو پڑھنا یاد نہیں رہتا۔ اور بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا شروع کر دیتا ہے۔ البتہ جسے حقیقی یاداشت حاصل ہوگی وہ بے تکلف پڑھ کر ہی کھائے گا اور کھانے کے دیگر شرعی آداب کا اللہ کے لئے خیال کریگا نہ کہ رسمی تہذیب و رواج کیلئے بظاہر دونوں کے اعمال ایک جیسے ہیں لیکن ایک اعلیٰ درجہ کا ذاکر ہے اور دوسرا غافل ہے یا منافق۔

اس نسبت یاداشت کو حاصل کرلینے والا شخص کسب حلال میں اپنے بال بچوں کو پالنے کیلئے مثلاً سبزی بیچتا ہے تو وہ یہ کام کرتے ہوئے حقیقی ذاکر ہے۔ اور جو مسجد میں بیٹھا لسانی ذکر کر رہا ہے تو یہ سبزی فروش اس نسبت یاداشت کے حصول کی وجہ سے اس ذاکر سے افضل ہے کہ اس کو حقیقی ذکر حاصل ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اس حقیقی ذکر کے ساتھ درس تدریس' دعوت و تبلیغ میں مشغول ہے تو وہ حقیقی ذاکر ہے۔ اسکے ہر کام میں ذکر اور تعلق باللہ شامل ہوتا ہے۔ لیکن یہ حقیقی ذکر محض زبان سے کہہ دینے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسکے لئے وہی ابتدائی درجہ والا اصلاحی ذکر کچھ عرصہ کرنا پڑتا ہے۔ اور کیفیات نظر آنے والی چیز نہیں۔ اسلئے حقیقی ذکر کے حصول کے بعد بھی لسانی ذکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی اس حقیقی ذکر کو حاصل کئے بغیر صرف صفائی معاملات اختیار کرتا ہے اور ذکر کو اہمیت نہیں دیتا تو ہمارے نزدیک اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

تنہا صفائی معاملات میں تو غیر مسلم بھی بڑھے ہوئے ہوتے ہیں ہندو **بنیئے** کی کاروبار میں صفائی تو مشہور و معروف ہے اور اسی طرح تہذیب اخلاق تو سادھوں وغیرہ کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ۔

تہذیب اخلاق بھی مقاصد **اصلیه** میں نہیں یہ "راہ ہے درگاہ نہیں" اور چونکہ ان کیفیات کی کوئی ظاہری صورت نہیں اور یہ کم اور زیادہ ہوتی رہتی ہیں اس لئے ہر کوئی دعویٰ کرلیتا ہے کہ مجھے حقیقی ذکر حاصل ہے میں تو اسی میں مشغول ہوں اور کیونکہ اس کا ادنیٰ درجہ تو ہر مسلمان کو حاصل ہی ہوتا ہے جیسے نسبت بھی ہر مسلمان کو حاصل ہوتی ہے لیکن صاحب نسبت ہر ایک کو نہیں کہا جاتا ایک روپیہ جس کے پاس ہو وہ روپیہ والا ہوتا ہے۔ مال والا ہوتا ہے لیکن جب تک لاکھوں نہ ہوں روپیہ والا مالدار نہیں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب تک حقیقی ذکر حاصل نہ ہو اس ابتدائی ذکر کی وجہ سے اسکے اعمال کو ذکر نہیں کہا جاتا اور چونکہ روپیہ پیسہ تو نظر آنے والی چیز ہے اور

ابتدائی ذکر اور حقیقی ذکر کا تعلق کیفیات سے ہے جو نظر نہیں آتیں اس لئے عام آدمی مغالطے میں رہ جاتا ہے۔ غور فرمادیں کہ سید الکونین ﷺ کے متعلق قرآن پاک میں آگیا۔ "فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب" (سورۃ الم نشرح) ان سے زیادہ کس کو حقیقی ذکر حاصل ہوگا اور وہ کس کام میں مشغول رہتے تھے لیکن پھر بھی انکے درجہ کے لحاظ سے تبلیغ کے کام میں مصروفیت کی وجہ سے اور لوگوں کے میل جول کی وجہ سے جو وقت گذرتا تھا اس کے بعد انہیں بھی لسانی ذکر اور تبتل کا حکم دیا گیا۔ سورۃ المزمل میں ہے۔ ان لك فی النهار سبحا طویلا فاذکر اسم ربك و تبتل الیه تبتیلا کہ آنحضرت ﷺ دن میں اعلیٰ درجہ کے ذکر کے ساتھ کار نبوت میں مشغول رہتے تھے پھر بھی انہیں ذکر اور تبتل کا حکم ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمتہ اللہ (بانی تبلیغی جماعت) اسی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں صلحاء کی جماعت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے عظیم کام سے واپس آتا ہوں تو اپنے اوپر کچھ نہ کچھ کدورت اس میل جول کی محسوس کرتا ہوں جس کے ازالہ کیلئے سارن پور اور رائے پور شریف کی خانقاہوں میں جاتا ہوں۔ یا ذکر اور تبتل کیلئے اعتکاف کرتا ہوں۔

الحاصل ہم ذکر کو دین کا کوئی شعبہ قرار نہیں دیتے کہ معاملات' معاشرت وغیرہ کے ساتھ اس کا تقابل کریں کہ ان میں سے کون افضل ہے بلکہ ذکر کو دین کے تمام شعبوں کی روح بلکہ سارے عالم کی روح قرار دیتے ہیں اور دین کے دیگر شعبوں سے اس کا مقابلہ کرکے اس کی اہمیت کو کم کرنے کو غلط سمجھتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ حق بات کو ہر کوئی مان لے اور دین میں جبر نہیں۔ البتہ ماننے والوں کو اس پر پوری توجہ دینی ضروری ہے اور ذکر کو پھیلانے کی خوب کوشش کرنی چاہئے۔ البتہ جو کوئی ذکر اور مجالس ذکر کو بدنیتی سے معاملات کی خرابی پر پردہ ڈالنے کیلئے استعمال کرے تو ایسے ذکر وغیرہ کی ضرورت نہیں جیسے کہ پہلے گزرچکا حقیقی ذکر کی حق بات کو بلا حاصل کئے اپنے آپ کو اس کا حاصل سمجھ کر ابتدائی ذکر کی طرف توجہ نہ کرنا اس کو عصر حاضر کا ایک عظیم فتنہ سمجھتے ہیں اور یہ کلمۃ الحق ارید بہ الباطل ہے۔ بہت سے باصلاحیت حضرات اس مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم کو تو حقیقی ذکر حاصل ہے ہم ذکر کے ابتدائی درجہ کی طرف کیوں پلٹیں۔

اگر ابتدائی اصلاحی ذکر میں کسی کی نیت اپنی اصلاح کی طرف نہیں تو ذکر کی کیفیات یعنی محویت' لذت وغیرہ اسکو بھی حاصل ہونگی اور وہ انکو ہی مقصود جان کر اپنی اصلاح اور صفائی معاملات وغیرہ سے بے

فکر رہے گا اس کو متنبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ذکر کی اہمیت کو کم سمجھنے والے ان ہی کی مثال دیتے ہیں جو اپنی جگہ درست ہے اسکو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اسکی تفصیل میرے رسالہ "محبت" میں بیان کی گئی ہے جو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ ہی کے ملفوظات ہیں اس رسالہ کا مطالعہ کرنا انشاء اللہ مفید ہوگا۔

میری زندگی کے کچھ حالات جو اس تحریر کو جاننے میں مفید ہیں:۔ میں بچپن میں بہت چھوٹی عمر میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ سے بیعت ہوا تھا۔ اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کو دعا کیلئے عریضے لکھا کرتا تھا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے مواعظ' ملفوظات اور انکی دیگر کتب کا مطالعہ دن رات کا مشغلہ تھا۔ سکول میں پڑھتا تھا۔ حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ کی بھی خصوصی شفقت تھی اس لئے نقش اول کی طرح میرے اوپر ان حضرات کا اثر تھا اور ہے۔ ان کے وصال کے بعد کچھ اشارات غیبیہ کی بناپر حضرت شیخ رحمۃ اللہ سے بیعت ہوگیا اور الحمد اللہ مکمل انقیاد' اعتماد' اطلاع و اتباع اور توحید مقصد وغیرہ استفادہ کی شرائط کے ساتھ اب تک قائم ہوں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ جیسی علمی شخصیت نے کسی ایک جگہ بیٹھ کر یکسوئی کے ساتھ علم حاصل کرنے کا نہیں فرمایا بلکہ پہلے ندوۃ العلماء میں حضرت علی میاں دامت برکاتہم کی صحبت میں رکھا۔ وہاں سے علمی استفادہ کیا۔ وہ اس وقت جماعت اسلامی کے پرزور حمایتی تھے۔ اسلئے جماعت اسلامی کو بھی اس وقت اچھی طرح دیکھا۔ حضرت علی میاں مدظلہ کی خدمت میں کئی رمضان گزارے اور حضرت رائپوری رحمۃ اللہ کی خدمت میں بھی کئی چلے کئے۔ اسی طرح دارالمصنفین اعظم گڑھ میں بھی قیام ہوا۔ مرکز نظام الدین میں خصوصیت سے قیام رہا اور تبلیغ میں بھی وقت لگایا۔ دیوبند میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ اور حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ کی خدمت میں معقول مدت تک حاضری رہی اس طرح مظاہر علوم کے مشائخ کرام سے تعلق رہا۔ اسی دوران سرکاری ملازمت ٹیلیفون کے محکمہ میں کی جس کے دوران پنجاب کے مشائخ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ' حضرت درخواستی رحمۃ اللہ' حضرت دین پوری رحمۃ اللہ' حضرت مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ وغیرہ مشائخ کرام سے تعلقات رہے لیکن اس سارے عرصہ کے دوران حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے کڑی نگرانی رکھی۔ اور میں بھی مسلسل خط و کتابت کرتا رہا اور طویل عرصہ کیلئے ذاتی طور پر حاضری بھی دیتا رہا۔ جس کی وجہ سے الحمد اللہ

توحید مقصد میں کمی نہیں آئی۔ لیکن حضرت شیخ رحمتہ اللہ نے اپنی نگرانی میں ہر طبقہ کے حضرات کے روشناس کرا دیا تھا۔ اور چونکہ مجھے اس راز کا علم نہ تھا کہ اس واقفیت سے کچھ کام لیا جائیگا اسلئے میں اپنی علمی تکمیل نہ ہونے سے رنجیدہ تھا تو حضرت رائپوری رحمتہ اللہ نے فرمایا سن:۔

پڑھ پڑھ ہوئے پتھر لکھ لکھ ہوئے چور

جس پڑھنے سے مولا ملے وہ پڑھنا کچھ اور

اور تقسیم ہند کے وقت ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ میرا نظام الدین دہلی سے پاکستان کا سفر ہوا تو حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمتہ اللہ نے میرے متعلق جماعت والوں سے فرمایا کہ سفر میں اسکا بہت خیال رکھنا کیونکہ یہ ہمارے سارے مشائخ اور بزرگوں کا منظور نظر ہے۔

بہر حال پھر آخر میں تو تقریباً پندرہ سال حضرت شیخ رحمتہ اللہ کی خدمت میں مکمل حاضری رہی بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت شیخ رحمتہ اللہ کا گھر ہی میرا اور میری اہلیہ کا گھر تھا۔ جو حضرت شیخ رحمتہ اللہ کے مزاج سے واقفیت کیلئے ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ رحمتہ اللہ نے اپنی حیات مبارکہ میں میری اس مناسبت اور واقفیت کی تصدیق بھی فرمادی تھی۔ بلکہ اپنے رسالہ "اکابر کا تقویٰ" میں میرے متعلق تحریر فرمایا کہ وہ ان جذبات میں میرے ساتھ ہیں۔ میرے کئی رسالوں کے متعلق تحریر فرمایا کہ وہ میری ہی کتابیں ہیں میرے ہی خیالات ہیں۔ اور کئی ایک کتابیں شروع فرما کر مجھے حکم دے دیا کہ تم میرے خیالات سے خوب واقف ہو انکی تکمیل کردو۔ اسلئے میں کہتا ہوں کہ ہمارا کوئی کام یا خیال حضرت شیخ رحمتہ اللہ کے مزاج کے خلاف نہیں بلکہ انکے خیالات کے عین مطابق ہے اور میں ان کا جامد مقلد ہوں۔ لاعلمی میں میرا کوئی خیال یا تحریر یا کوئی لفظ بھی انکی تحقیق یا مزاج کے خلاف ہو تو وہ ناقابل التفات اور مردود ہے۔ میرے اوپر دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح ہے کہ میرا طرز عمل انکے عین مطابق ہے اور جس کو اس کا اعتبار نہیں یا اس سے اختلاف نظر آتا ہے تو اسکی ہمیں کوئی تشویش نہیں۔

اپنے شیخ کی اتباع کی حدود اور ہمارے اکابر کا طرز عمل:۔

(1) لفظ دین اور مذہب عام طور پر بول چال میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن مفہوم میں فرق بھی ہے۔ مذہب سے مراد فقہائے کرام کے مذاہب جیسے حنفی، شافعی، مالکی وغیرہ مراد لئے جاتے ہیں اور دین ان سب

مذاہب میں مشترک ہے۔

ایک آدمی مثلاً شافعی المسلک پیر سے بیعت ہو کر اپنے شیخ کے مذہب کے خلاف مثلاً حنفی مذہب پر عمل کر سکتا ہے اور اسے اپنے شیخ کی مخالفت نہیں کہا جائیگا۔

(2) ممتاز عالم دین جو عوام الناس کی حالت سے اپنے شیخ کی بہ نسبت زیادہ واقف ہو تو وہ عوام کے فساد عقیدہ کے اندیشہ کی بنیاد پر اپنے شیخ کے طرز کے خلاف طرز عمل اختیار کر سکتا ہے۔

(3) اور اسی طرح مباح امور میں بھی اپنے شیخ کے مزاج کا اتباع کرنا ضروری نہیں۔

لیکن دینی لحاظ سے اگر شیخ کے اعمال شرک اور بدعت والے ہوں یا وہ کسی گناہ پر مصر ہو تو ایسے شیخ میں دین کی خرابی ہے جس سے تو بیعت ہونا ہی جائز نہیں اور اگر کوئی ناواقفیت سے بیعت ہو گیا تو اسے یہ بیعت توڑ دینی ضروری ہے۔

دینی لحاظ سے حضرت حاجی صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کی نظر میں:۔

حضرت گنگوہی جیسا صاف گو اور مبالغہ سے مبرا عالم ربانی اپنی ایک تصنیف کے نام رکھنے کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور اس کا نام "امداد السلوک" رکھا گیا ہے اور فخر مشائخ عظام مرجع خواص و عوام، منبع برکات قدسیہ، مظہر فیوض مرضیہ، معدن معارف الہیہ، مخزن حقائق، مجمع دقائق، سراج ہمعصراں، سرتاج اہل زماں، سلطان العارفین، تارکین دنیا کے بادشاہ، غوث کاملین، غیاث الطالبین، جن کی کامل ستائش سے قلموں کی زبانیں قاصر ہیں۔ جن کے مکارم اخلاق تعریف و توصیف سے بالاتر ہیں۔ جن کے باطن پر متقدمین و متاخرین رشک کرتے ہیں۔ اور ظاہر پر فاجر اور خدا سے غافل لوگ حسد کرتے ہیں۔ میرے پیرو مرشد اور میرے دین کے رہنما اور دنیا کے مقتداء، میرے آقا، میرے مولا اور میرے مستند اور معتمد یعنی حضرت شیخ الحاج امداد اللہ صاحب تھانوی فاروقی اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ ارشاد و ہدایت کے ساتھ صحیح سالم رکھے اور ان کی ذات مقدس کے ذریعہ سے ضلالت و گمراہی کو زائل کرے میں نے اس ترجمہ میں ان کے نام نامی اور اسم سامی سے مدد لی ہے اور دامن فیض و عاطفت میں پناہ لی ہے ورنہ مجھ میں یہ قابلیت نہ تھی اور میں اس راہ میں قدم نہیں اٹھا سکتا تھا ------- الی اخرہ "-------"

ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں:۔ کہ سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ جن رسومات پر شرائط اور قیودات کے ساتھ عمل کرتے تھے جس کی تفصیل حضرت کے "رسالہ ہفت مسئلہ" میں ہے کیا یہ امور شرک و بدعت قرار دیئے جاسکتے ہیں اور ان رسومات پر عمل کرنے کو مشرک بدعتی یا فاسق وغیرہ کہا جاسکتا ہے جبکہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ کے علاوہ بھی اکثر سلاسل تصوف کے مشائخ کے ہاں یہ رسومات جاری رہی ہیں جسے ذی علم پر مخفی نہیں۔ اور "رسالہ ہفتہ مسئلہ" کے سارے مندرجات کی حضرت امام ربانی رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ نے اپنے ایک فتویٰ میں تصدیق فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:۔ چونکہ فیصلہ ہفت مسئلہ سے اکثر لوگوں کو شبہ ہوتا ہے اس لئے اس کے متعلق رسالہ ہفت مسئلہ جو مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے اور حضرت حاجی صاحب سلمہ کی طرف منسوب ہے اور اس میں اہل بدعت کی تائید اور اہل حق علماء دین محققین کی مخالفت کی گئی ہے آیا اس کا حاجی صاحب مدظلہم کی جانب منسوب ہونا درست ہے یا نہیں؟ علاوہ اس کے اس پر عمل کرنا اور ترغیب دلانا درست ہے یا نہیں؟

الجوب:۔ رسالہ ہفت مسئلہ میں مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر میں تو کوئی امر ایسا نہیں لکھا کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اس کے بحث سے احتراز ہے تو اس میں کسی اہل حق کی مخالفت نہیں۔ اور مسئلہ تکرار جماعت میں بسبب اختلاف روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا گیا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ میں مخالفت کرنا مناسب نہیں اور مسئلہ نداء غیر میں صاف صاف حق لکھا ہے کہ نداء غیر اگر حاضر و علم غیب جان کر کرے گا شرک ہوگا اور جو بے اس کے شوق میں کہا ہے تو گنہگار نہیں اور جو بدوں عقیدہ شرکیہ کے اور بدوں شوق کے یہ سمجھ کر کہے کہ شاید ان کے حق تعالیٰ خبر کردے تو خلاف محل نص میں خطا و گناہ ہے مگر شرک نہیں اور جو نص سے ثبوت ہو' جیسا صلوۃ و سلام بخدمت فخر انام علیہ الصلوۃ والسلام ملائکہ کا پہنچانا تو وہ خود ثابت ہے۔ یہ سب حق ہے۔ اس میں کوئی اہل حق اس کے خلاف عقیدہ نہیں رکھتا۔ اب رہے تین مسئلے مسئلہ قیود مجلس مولود اور قیود ایصال ثواب اور عرس بزرگان کا کرنا تو اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ دراصل مباح ہیں۔ اگر ان کو سنت و ضروری جانے تو بدعت اور تعدی حدود اللہ اور گناہ ہے اور اس کے بدوں کرنے

میں اباحت لکھتے ہیں اور ہم لوگ جو منع کرتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ ان کو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں لہذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو عادت عوام سے محقق ہوگیا کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہیں۔ لہذا ہم بدعت کہتے ہیں پس فی الحقیقت مخالفت اصل مسائل میں نہیں ہوئی بلکہ بہ سبب عدم علم اہل زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ نے صابی کو ایک حکم دیا اور **صاحبین** نے دوسرا حکم اور یہ بسبب اختلاف حال کے ہوا کہ امام صاحب کے وقت میں ان کا حال اہل کتاب جیسا تھا اور **صاحبین** کے وقت میں مجوس جیسا۔ پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہیں بلکہ بوجہ حال اہل زمانہ کے ہے۔ ایسا ہی دیگر مسائل میں ہے۔ ورنہ حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعت کے نہیں ہیں کہ اہل فہم و دانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے۔

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (یہ فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ ادارہ اسلامیات صفحہ نمبر ۱۳۹ پر بھی موجود ہے)

اشکالات کے متعلق گذارش:۔ مندرجہ بالا تصانیف اور فتاویٰ میں درج شدہ تصدیقات کے بعد ان مجلسی فقروں کو جو بعض دفعہ مجلس میں کسی مخاطب کی اصلاح کیلئے یا الزامی طور پر مناظرہ وغیرہ کے خواہش مند کو چپ کرانے کیلئے کہہ دیے جاتے ہیں حقیقت حال نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً مجدد رحمتہ اللہ کے کلام میں پایا جاتا ہے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

یہ ہر وقت خواب و خیال میں رہنے والوں کے اصلاح کیلئے ہے اس کا کوئی یہ مطلب لے کہ حضرت مجدد صاحب رحمتہ اللہ خوابوں کا انکار فرماتے ہیں تو گویا وہ حضرت مجدد صاحب رحمتہ اللہ پر قرآن پاک کے انکار کا الزام لگاتا ہے نعوذ باللہ کیونکہ خوابوں اور انکی تعبیر وغیرہ کا ذکر تو قرآن پاک میں ہے۔

اسی طرح حضرت رائپوری رحمتہ اللہ کی مجلس میں ہم نے خود سنا ایک شخص اکثر مجلس میں حضرت کے سامنے کشف و کرامات وغیرہ کا ذکر کرتا رہتا تھا دو تین دن اسکی باتیں سننے کے بعد اس کو

معدہ کے بخارات وغیرہ کی اصلاح کیلئے رات کو اسپغول کھا کر سونے کا مشورہ دیا۔ اس سے اگر کوئی یہ اندازہ لگائے کہ حضرت رائپوری کشف و کرامات کے منکر تھے تو وہ بھی نعوذ باللہ ان پر قرآن پاک کے انکار کا الزام لگا رہا ہے کہ کشف و کرامت وغیرہ کا ذکر تو قرآن و حدیث میں ہے۔ البتہ اسکے احکام ہیں جن سے تجاوز کرنے والے کو روکا جاتا ہے۔

اسی طرح شیخ الہند رحمتہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی تو اچھی چیز ہوتی ہے تو کیا انگریز قوم میں بھی کوئی اچھی بات ہے تو حضرت رحمتہ اللہ نے فوراً جواب دیا ہاں ہے۔ اگر اسکے کباب بنا کر کھائے جائیں تو وہ بہت اچھے ہوں۔ اب کوئی اس سے یہ نتیجہ نکال لے کہ حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ نے انسانی گوشت کھانے کو حلال کہا تو اسکو کون احمق مانے گا۔

اکابر علمائے دیوبند ایک تجدیدی کارنامہ جوان کا تشخص ہے:۔ ہمارے اکابرین نے رسالہ ہفت مسئلہ پر پورا پورا عمل کرکے دکھایا۔ اس رسالہ میں یا کسی اور مقام پر سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ نے یہ حکم نہیں دیا کہ صحیح عقیدہ کے ساتھ جو رسومات میں کرتا ہوں اور جو دیگر مشائخ تصوف کرتے آئے ہیں انکو اختیار کیا جائے۔ لیکن چونکہ کچھ صحیح عقیدہ سے بھی کرنے والے ہوتے ہیں اور کچھ غلط کار بھی ہیں سب کو ایک لاٹھی سے ہانک کر بدظنی، بہتان اور بلاوجہ تفریق بین المسلمین وغیرہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب نہ ہوں۔ کوئی جاہل غلط عقیدہ سے کرتا ہو تو اسکو حکمت اور موعظہ حسنہ سے سمجھایا جائے تو اکثر مان بھی جایا کرتا ہے۔ اور ضد وغیرہ میں آکر ان ہی رسومات وغیرہ کو بدعت شرک بنا دیا جاتا ہے۔ انگریز کی سازش تھی کہ یہ سب اکٹھے نہ ہوں کچھ لوگوں کو خرید لیا اور حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ کی وصیت پر عمل نہیں کرنے دیا۔ لیکن ہمارے اکابرین نے اس پر پورا پورا عمل کیا یعنی صحیح عقیدہ کے ساتھ بھی ان رسومات پر عمل نہیں کیا اور کرنے والوں پر حضرت حاجی صاحب کی وصیت کے مطابق حسن ظن سے کام لیا سختی نہیں کی۔ یہی اصل دیوبندی طریقہ ہے۔ اور یہ ہمارے اکابرین کا تجدیدی کارنامہ ہے۔ دیوبندیت کے نام سے جو لوگ اعتزال پھیلا رہے ہیں ہم ان سے بری ہیں۔

ہمارے اکابرین کے عقائد "رسالہ المہند" میں چھپے ہوئے ہیں اور طرز عمل کے بارے میں [illegible] وی گئی ہے۔

متفرقات

حضرت شیخ رحمتہ اللہ کی ایک نصیحت:۔ حضرت اپنی تصنیف "شریعت و طریقت کا تلازم" کے آخر میں یہ نصیحت تحریر فرماتے ہیں اور اسی پر کتاب کو ختم فرمایا ہے کہ:۔

"میری ایک نصیحت ہمیشہ اپنے دوستوں کو رہتی ہے اور خود بھی اس پر عمل کی ہمیشہ سے کوشش کرتا ہوں کہ دین کے شعبے تو بہت ہیں اور سب ہرایک کو (بدرجہ کمال) عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ محدث ہونا فقیہ ہونا' مجاہد ہونا' صاحب تقویٰ ہونا' صاحب ورع ہونا' نوافل کی کثرت کرنا وغیرہ وغیرہ لیکن ان میں سے کاملین کے ساتھ اگر کوئی شخص محبت پیدا کرلے۔ تو المرء مع من احب کے قائدہ سے انشاء اللہ تعالیٰ سارے ہی دین کے اجزاء سے حصہ وافر ملے گا۔

(2) "مجدد" کے متعلق حضرت شیخ رحمتہ اللہ کی رائے مبارک یہ تھی کہ کبھی تو صدی کے بعد ایک شخص آیا کرتا ہے۔ جو دین کے سارے شعبوں کی تجدید کیا کرتا ہے۔ اور کبھی علمائے ربانیین کی ایک مختصر جماعت ہوتی ہے جو سارے مل کر تجدید کرتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ میرے خیال میں میرے اکابرین کی جماعت مجدد ہے۔

(3) دارالعلوم بری (انگلینڈ) کے دورہ حدیث کے ختم بخاری شریف پر حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ نے فرمایا حضرت امام بخاری ﷺ نے اپنی کتاب کو شروع کیا (حدیث) انما الاعمال بالنیات سے اور ختم کیا۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن (الحدیث) پر' خلاصہ سارے کا یہ ہے کہ دنیا میں صرف دو کام ہیں۔ "اخلاص ہو دل میں اور تسبیح حق ہو زبان پر"۔

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین و صلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد و الہ وسلم

محمد اقبال مدینہ منورہ
٦ ربیع الثانی ١٤٢٠ھ

رابطہ کیلئے
جامعہ فتح الرحیم
رفیق کالونی' جیل روڈ' فیصل آباد۔ فون نمبر 617070